غلام شمس الرحمٰن☆

خودی اور اس کے تربیتی مراحل: فکرِ اقبال کا توضیحی مطالعہ

Iqbal's Concept of Self (Khudi) and the Stages of Its Upbringing: An Explanatory Study

Abstract:

Muhammad Iqbal (1877-1938) is one of the most significant Muslim scholars of the 20th century. He presented his philosophical interpretation of Islam both in poetry and prose in three languages i.e. Urdu, Persian and English. His theory of Khudi (Self) is the essence of all his intellectual accomplishments. Under this theory, he has formulated all his intellectual thoughts systematically both in poetry and prose. However, he devoted two books Asraar-e Khudi (The Secrets of Self) and Rumuz-e Bekhudi (The Secrets of Interaction between the Individual and Society) for the elaboration of this theory. Both books are now part of his Persian poetry collection. His lecture "Human Ego-His Freedom and Immorality" in his seminal compilation 'The Reconstruction of Religious Thought in Islam (1930)' is also significant to ascertain this theory. This paper aims to explain the intricacies and complexities of this theory. It has been attempted to understand Iqbal's theory of Khudi directly from his own sources. This article was initially composed for Iqbal Academy, Lahore in 2000 but not published earlier. It provides a basic understanding of Iqbal's theory of Khudi and still seems beneficial for general readers.

Keywords: Muhammad Iqbal, Muslim Philosophy, Theory of Khudi, Muslim thought in 20th century.

☆پروفیسر/چیئرمین، شعبہ مطالعات بین المذاہب، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

اقبال کا نظریۂ خودی ان کے تمام فکری حاصلات کا جوہر یا لب لباب ہے۔ اسی نظریہ کے تحت انھوں نے اپنے تمام نظامِ فکر کو مرتب کیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کا بنیادی پیام ان کے نظریہ خودی میں موجود ہے اور ان کی دیگر علمی کاوشیں اسی نظریہ کی توضیح و تشریح پر مبنی ہیں۔ اقبال نے اپنا فلسفہ خودی مثنوی اسرار و رموز میں مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کی دیگر کتب بھی اس فلسفہ کی تشریح نظر آتی ہیں۔ اس حوالے سے ان کا وہ مقالہ بہت اہم ہے جو تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں "خودی، جبر و قدر اور حیات بعد الموت" کے عنوان سے موجود ہے۔ اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اقبال کے نظریۂ خودی کی براہ راست ان کے اپنے مصادر سے سادہ الفاظ میں تفہیم کی جائے۔

خودی کیا ہے؟ انا ہے یا بالفاظ دیگر زندگی کا جوہر اور خلاصہ ہے۔ صرف زندگی ہی نہیں نظام عالم کی بنیاد خودی پر ہے اور ہر شے کی زندگی اور اس کے وجود کا تعین اس بات پر ہے کہ اس کی خودی کس حد تک مستحکم ہے۔ دنیا کا کوئی وجود خواہ وہ حیوانیات ہوں، جمادات ہوں یا نباتات، ان کی بقا اس وقت تک ہے، جب تک کہ انکی خودی بحال ہے۔ خودی ہی وہ جوہر ہے جو کسی شے کے وجود کو دیگر موجودات سے ممتاز کرتا ہے اور اس کی ذات کا تعین کرتا ہے۔ یہ جوہر جتنا کمزور ہوتا جاتا ہے اس کا وجود اتنا کمزور پڑ جاتا ہے۔ پہاڑ اس وقت تک پہاڑ ہے جب تک کہ اس میں صلابت اور سختی موجود ہے اور وہ اپنی جگہ پر قائم دائم ہے۔ لیکن اگر وہ چل پڑے تو اس کا وجود ختم ہو جائے گا اور وہ صحرا بن جائے گا۔ قطرہ جب اپنے اندر خودی کو مستحکم کر لیتا ہے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔ موج کا وجود اسی وقت تک قائم ہے جب تک وہ سمندر کی آغوش میں ہے الغرض جتنی خودی استوار ہو گی اسی قدر زندگی مستحکم ہو گی۔

چوں حیات عالم از زور خودی است　　　پس بقدر استواری زندگی است 1

بال جبریل کے ان اشعار میں خودی کی وضاحت بہت آسان پیرائے میں کی گئی ہے۔

جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی
آہ کہ ہے یہ تیغِ تیز پردگیِ نیام ابھی 2
بے ذوقِ نمودِ زندگی، موت
تعمیرِ خودی میں ہے خدائی □
رائی زورِ خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی □ 3
گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے ورنہ
گہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں 4

لفظ خودی کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں: لفظ خودی کے متعلق ناظرین کو آگاہ کر دینا ضروری ہے کہ یہ لفظ اس نظم میں بمعنی غرور استعمال نہیں کیا گیا، جیسا کہ عام طور پر اردو میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم محض احساس نفس یا تعینِ ذات ہے۔ مرکب لفظ ”بے خودی“ میں بھی اسکا یہی مفہوم ہے اور غالباً محسن تاثیر کے اس شعر میں بھی خودی کے یہی معنی ہیں۔

غریقِ قلزمِ وحدت دم از خودی نزند
بُود محال کشیدن میانِ آب نفس 5

وہ جو وحدت کے سمندر میں ڈوبا وہ سانس نہ لے۔ پانی کے اندر سانس لینا محال ہے۔ خلیفہ عبد الحکیم اور غلام رسول مہر لکھتے ہیں: "لفظ 'خودی' سے اقبال کی مراد 'قوت نفس' اور 'رفعت روح' تھی، لیکن اس کے مروجہ مفہوم سے بعض حلقوں میں غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اقبال کی رائے تھی کہ جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوت نفس اور رفعت خیال ہو۔ اسلام نفس انسان اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لئے حدود معین کرتا ہے۔ اسی تعین کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی کا کمال یہ ہے کہ احکام الٰہی انسان میں بہ وجہ اتم سرایت کر جائیں۔ یہاں تک کہ اس کے ذاتی امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی مقصود ہو جائے۔" 6

فقیر سید وحید الدین کہتے ہیں: "۱۹۱۴ء میں مثنوی "اسرار خودی" زیر تکمیل تھی۔ اس لئے رات کی مجلسوں میں اسی کے مضامین کا ذکر رہتا۔ بعض اوقات علامہ اپنے والد کو مثنوی کے اشعار سناتے۔ ایک دن فرمایا کہ اس مثنوی میں اُس حقیقی اسلام کو جسے رسول مقبول ﷺ نے پیش کیا تھا، دکھانا چاہتا ہوں کیونکہ ہندوستان کے مسلمان اُس عربی اسلام ہی کو بہت کچھ فراموش کر چکے ہیں اور عجمی اسلام کو ہی بہت کچھ سمجھ رکھا ہے۔" 7

اس دنیا میں انسان کا مقام و منصب کیا ہے اور اس حوالے سے خودی کی کیا اہمیت ہے؟ اقبال اس سلسلے میں وہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں لکھتے ہیں: "قرآن مجید نے ایک تو انسان کی انفرادیت اور یکتائی پر بڑے ہی سادہ اور موثر انداز میں زور دیا اور پھر جیسا کہ میں سمجھتا ہوں وہ اس لحاظ سے کہ زندگی ایک وحدت ہے، اس کی تقدیر کا ایک خاص نظریہ قائم کرتا ہے۔ لہٰذا بہ حیثیت ایک یکتا انفرادیت، انسان کے بارے میں اس کا یہی نظریہ ہے جس کی بنا پر نہ تو کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، نہ یہ ممکن ہے کہ اسے اپنی کوشش سے سوا کچھ ملے اور جس کے پیش نظر قرآن پاک نے کفارے کا تصور رد کر دیا ہے۔ چنانچہ تین باتیں جو از روئے قرآن واضح طور پر ہمارے سامنے آ جاتی ہیں: اول یہ کہ انسان اللہ کا برگزیدہ ہے۔ ثانیاً یہ کہ باوجود اپنی خامیوں کے وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اور ثالثاً یہ کہ وہ ایک آزاد شخصیت کا امین ہے۔ جسے اس نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر قبول کیا۔" 8

اس لحاظ سے انسان اس قدر برگزیدہ ہستی ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے اور اپنی منفرد او آزاد شخصیت رکھتا ہے لیکن اس مقامِ رفیع پر فائز رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی خودی کی حفاظت کرے یہ آزاد ہستی اگر اپنی آزادی کا احساس نہ کرے اور غلامی و محکومی میں گرفتار ہو جائے، خواہ وہ فکری غلامی ہو یا جسمانی تو اس کی اپنی آزاد شخصیت مسخ ہو جائے گی۔ انسان اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ ہے اور ساری کائنات اس کے زیر تصرف ہے لیکن یہی انسان اگر مادہ پرست بن جائے اور کائنات کی رنگینیوں میں کھو جائے اور اس زمین میں خدا کے قانون کی بجائے انسانی فکر کے ساختہ نظام ہائے حیات پر کاربند ہونے لگ جائے تو اس نے اپنی خودی اور اپنے مقام کو تباہ کر دیا۔ اور ہر شرف سے اس نے خود کو محروم کر دیا۔ وہ انسانی درجہ سے گر کر حیوانی درجہ بلکہ اس سے بھی ذلیل ترین سطح پر گر گیا۔ یہاں تک خودی کی قدرے

وضاحت ہو گئی کہ خودی تعین ذات اور احساس نفس سے عبارت ہے۔ یہی کسی چیز کا اصل، لب لباب اور نچوڑ ہے جس کی حفاظت زندگی اور اس سے غفلت موت ہے۔ جس نے اپنی خودی کی حفاظت کی اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لیے اب صلاح کار کی راہ9

اب سوال یہ ہے کہ خودی کو بر قرار کیسے رکھا جا سکتا ہے۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے خودی زندہ و بیدار ہوتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں: حیات خودی از تخلیق و تولید مقاصد است۔ یعنی خودی کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مقاصد کی تخلیق و پرورش کی جائے۔ جن کے حصول کے لیے وہ ہر دم مضطرب اور پر جوش رہے۔ آرزو سے ہی زندگی ہے۔ جب شعلہ میں سوز ختم ہو جاتا ہے تو اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب ایک زندہ وجود میں آرزو اور جستجو ختم ہو جائے تو اس کی خودی مر جاتی ہے۔

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است10

خودی کے زندہ رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے مد نظر کچھ مقاصد ہوں جو نورِ سحر کی طرح روشن اور آسمان کی طرح بلند و بالا اور دلکش ہوں۔

مقصدے از آسماں بالاترے
دلربائے، دلستانے، دلبرے
ما ز تخلیق مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم 11

مقاصد میں زندگی پوشیدہ ہے جبکہ عشق اور محبت سے اس میں استحکام آتا ہے اور محبت بھی کسی ایسی ذات کی ہو جو کامل و اکمل ہو جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور جس کا فیضان اپنوں اور بیگانوں سب کے لیے ہو اور وہ نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی قدر ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ محبت میں پائیداری محبوب کی کامل اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ہوس کے لات و منات توڑ کر اس محبوب حجازی کی محبت اور اتباع میں گامزن ہو جانا چاہیے تا کہ کائنات میں اللہ کی نیابت و خلافت نصیب ہو سکے۔

خودی محبت مصطفیٰ ﷺ سے مستحکم ہوتی ہے جبکہ دستِ سوال دراز کرنے سے کمزور پڑ جاتی ہے۔ خوداری و غیرت کی اعلیٰ صفات آہستہ آہستہ ختم ہونے لگ جاتی ہیں۔ سوال کرنے سے خودی مجروح ہو جاتی ہے جس سے ایک خودار شخص احسان کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔ اس کی آزادی، رفعت خیالی اور بلند نگاہی ختم ہو جاتی ہے اور اس میں کم نظری اور کم ذوقی پیدا ہو جاتی ہے۔

از سوال آشفتہ اجزائے خودی
بے تجلی نخلِ سینائے خودی 12

اقبال کہتے ہیں جب خودی عشق سے محکم ہو جائے تو نظامِ عالم اس وقت انسان کے زیر نگین ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جب اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔

از محبت چوں خودی محکم شود
قوتش فرماندہِ عالم شود 13

اور اسی مفہوم کو بال جبریل میں بیان کرتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کشا، کارساز 14

خودی کے استحکام سے نظامِ عالم کی باگ دوڑ انسان کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں اقبال، شیخ بو علی قلندرؒ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا ایک مرید سرشاری کے عالم میں جارہا تھا، عامل شہر کی سواری آرہی تھی۔ چوبدار نے اسے راستے سے ہٹ جانے کا کہا لیکن اس نے بات نہ سنی چوبدار نے ایک کوڑا دے مارا۔ وہ فریاد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ کو یہ بات انتہائی ناگوار لگی اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اپنے عامل کو یہاں سے واپس بلالو، ورنہ تمہاری شاہی کسی اور کو بخش دی جائے گی:

باز گیر ایں عاملے بد گوہرے
ورنہ بخشد ملک تو با دیگرے 15

اس نے یہ پیام سنتے ہی حکم کی تعمیل کی اور معافی چاہی۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ خودی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس لیے بادشاہ بھی آپ کی حکم عدولی نہ کر سکا۔

نفئ خودی کا فلسفہ اور تصوف وادبیات اسلامی پر اسکے اثرات

خودی کے استحکام سے انسان نظام عالم کو مسخر کر لیتا ہے اور اس کی نفی سے وہ اپنی شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ نفئ خودی مغلوب اقوام کی اختراع ہے تا کہ اقوام غالب کو اس کا درس دے کر ان کی صلاحیتوں اور اخلاقی قوتوں کو کمزور کر دیں۔ اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے وہ ایک حکایت ذکر کرتے ہیں کہ شیروں کا ایک گروہ نے بھیڑوں کی چراگاہ پر حملہ کرتا اور خوب خون خرابہ کرتا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ ایک دانش مند اور عمر رسید بھیڑ نے کہا کہ بچنے کی صورت یہی ہے کہ ان کی خودی سے انہیں غافل کر دیا جائے جب ان کی شخصیت مسخ ہو جائے گی تو پھر یہ ہمیں کچھ نہ کہیں گے۔ چنانچہ اس نے شیروں کو ایک لمبی چوڑی نصیحت کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ زندگی میں طاقت اور

اقتدار سب بے مایہ ہیں۔ تنگدستی، امارت سے بدرجہا بہتر ہے۔ اے اپنی طاقت پر ناز کر کے بھیڑوں کو ذبح کرنے والو اپنی ذات اور اپنی انا کو ذبح کرو تاکہ تم ارجمند بن سکو۔ نیک روحوں کی غذا سبزہ ہے اور گوشت نہ کھانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ شیر اس کی اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے گھاس کھانا شروع کر دیا۔ اور شیوہ گوسفندی اختیار کر لیا جس کی وجہ سے بتدریج ان کی عزت وعظمت اور رعب دبدبہ ختم ہو گیا۔ اقبال واقتدار جاتا رہا۔ ان میں بے ہمتی پیدا ہو گئی اور وہ مردہ دل اور کوتاہ دست ہو گئے۔ وہ گوسفندی کے سحر میں ایسے غرق ہوئے کہ انھیں اپنے زوال وانحطاط کا شعور ہی نہ رہا اور وہ اپنی ذہنی وفکری پستی کو تہذیب کا نام دینے لگے۔

اقتدار و عزم و استقلال رفت

اعتبار و عزت و اقبال رفت
شیر بیداراز فسوں میش خفت
انحطاط خویش را تہذیب گفت 16

ضرب کلیم میں نفسیاتِ غلامی میں اس مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں:

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ 17

ایک اور جگہ کہتے ہیں موجودہ دور میں حکمرانی اور پیری اہل سیاست کے تدبر اور اہل سجادہ کے زہد وتقویٰ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کی خودی مسخ ہو چکی ہے۔ جس کی وجہ سے عظمت کا شعور ان کے دل سے محو ہو گیا ہے اور ان کی رگ رگ میں غلامی سرایت کر گئی اور اسی حالت میں زندگی گزارنا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم

اہلِ سجادہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام
خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جائے جب خوئے غلامی میں غلام 18

اس ابتر حالت پر اقبال بے قرار ہو کر کہتے ہیں

غافل نہ ہو خودی سے کرا پنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ 19

اقبال کے ہاں خودی زندگی اور نفئ خودی موت ہے۔ اقبال نے یونانی فلسفی افلاطون پر شدید تنقید کی ہے اور کہا کہ ان کے نزدیک اس کے فلسفے کا لب لباب جمود اور نفی خودی تھا۔ اس کے مشہور نظریے فلسفہ اعیان وامثال کا حاصل یہ ہے کہ یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں یہ ایک اور دنیا کا دھندلا سا خاکہ ہے۔ حسن، حقیقت اور انصاف جو اس دنیا میں ایک ادھوری صورت میں پائے جاتے ہیں وہاں اپنی اصل صورت

میں جلوہ گر ہیں۔ جو تکلیف روح کو حقیقت کی جستجو میں یہاں پیش آتی ہے، اس عالم میں وہ ان سب سے آزاد ہے۔ سید نذیر نیازی لکھتے ہیں: ”افلاطون کے نظریہ امثال (forms, ideas) پر جس نے ہر شے کے عین کو جو اصلا غیر مادی ہے، حقیقی ٹھہرایا۔ شے اس کی شبیہ ہے اور اس لیے غیر حقیقی ہے۔“20

افلاطون کے ان نظریات سے پوری دنیا اور خاص کر مشرقی ایشاء بہت متاثر ہوا۔ یہاں تک اسلامی لٹریچر اور تصوف بھی اس کے اثرات کی زد سے نہ بچ سکا۔ اقبال کہتے ہیں۔

راہب دیرینہ افلاطون حکیم از گروہ گوسفندانِ قدیم

گو سفندے در لباسِ آدم است
حکم او بر جانِ صوفی محکم است
فطرتش خوابیدہ و خوابے آفرید
چشم ہوشِ او سرابے آفرید 21

اقبال کی نزدیک ان عجمی تصورات اور افلاطونی افکار کی آمیزش کی وجہ سے کئی ایک غیر اسلامی افکار اسلامی تصوف و ادبیات میں شامل ہو گئے۔ اس کی وضاحت کے لیے اقبال نے ایک مضمون اسرار خودی اور تصوف کے عنوان سے لکھا جو کہ اخبار وکیل کی ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ عجمی تصوف اور ادبیات اسلامی پر پڑے والے افلاطونی اثرات کے بارے اقبال کی رائے بہت حد تک واضح ہے۔ وہ ان افکار کے خلاف سراپا احتجاج ہیں جن کا حتمی نتیجہ جمود اور خودی کی نفی ہے۔

فکرِ افلاطون زیاں راسود گفت
حکمتِ او بود را نا بود گفت
منکرِ ہنگامۂ موجود گشت
خالق ِاعیانِ نا مشہود گشت
زندہ جان را عالمِ امکان خوش است
مردہ دِل را عالمِ اعیان خوش است
قومہا از سُکرِ او مسموم گشت
خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت 22

خودی کے تربیتی مراحل

اقبال کہتے ہیں جب خودی مضبوط ہو جائے تو اس کی تربیت کے تین مراحل ہیں۔ اطاعت، ضبط نفس اور نیابت الٰہی

(۱) پہلا مرحلہ: اطاعت

اطاعت سے مراد یہ ہے کہ آئین الٰہی کی پابندی کی جائے۔ ہر وجود کو اپنی بقا کے لیے کچھ امور سرانجام دینا پڑتے ہیں۔ ان فطری و ظائف کی ادائیگی پر ہی اس کا وجود موقوف ہوتا ہے۔ انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اپنا مقام و مرتبہ تبھی برقرار رکھ سکتا ہے جب وہ ان احکام اور ذمہ داریوں کو پورا کرے جو آئین الٰہی میں اس کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ آئین الٰہی کی پابندی سے وہ ایک آزاد و خود مختار شخص بن جاتا ہے۔

در اطاعت کوش اے غفلت شعار
می شود از جبر پیدا اختیار
شکوہ سنج سختی آئیں مشو
از حدود مصطفیٰ بیرون مرو 23

اس مرحلے کو طے کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس سلسلے میں اقبال رہرو منزل کو اونٹ کی مثال دیتے ہیں جو خدمت، محنت، صبر، عزم و استقلال، کم کھانا، کم پینا، کم سونا، کم بولنا ایسی اعلیٰ صفات کی وجہ سے منزل مقصود پالیتا ہے۔ اس لیے اے اطاعت کی راہ پر چلنے والے! تو بھی اپنے اندر ایسی اعلیٰ صفات پیدا کر تا کہ منزل آشنا ہو سکے۔ 24

دوسرا مرحلہ ضبط نفس

دوسرا مرحلہ ضبطِ نفس کا ہے یعنی انسان آئینِ الٰہی کی اطاعت سے اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پائے۔ جب خواہشات بے لگام ہو جاتی ہیں تو وہ انسان کی خودی کو مجروح اور اس کی ذات کو پارہ پارہ کر دیتی ہیں۔ نفس جو کہ اونٹ کی طرح خودسر اور خود پرست ہوتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں مرد بن کر اس کی لگام اپنے ہاتھ میں تھام لے۔ ورنہ یہ تمہیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔ انسان کی فطرت میں محبت کے ساتھ خوف بھی رکھا گیا ہے۔ زندگی میں انسان کو ہزار ہا خوف لاحق ہوتے ہیں دنیا کا خوف، آخرت کا خوف، جہان کا خوف اور نہ جانے کیا کیا۔ اسی طرح انسان کے اندر محبت کا جذبہ موجزن ہے۔ مال وزن، اقربا، اولاد، عزت و جاہ کی محبت۔ ان کی محبت میں اگر افراط و تفریط ہو جائے تو انسان کے اندر ایک کہرام برپا ہو جاتا ہے اور اسکی ذات کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

خوفِ دنیا، خوفِ عقبیٰ، خوفِ جاں
خوفِ آلامِ و زمین و آسماں
حبِ مال و دولت و حبِ وطن
حبِّ خویش و اقربا و حبِّ زن 25

خوف اور محبت کے ان گوناگوں پھندوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان کسی ہستی کے ساتھ دلی وابستگی پیدا کرے جو اس کو ان وساوس و خطرات سے نجات دلا دے۔ وہ ذات، ذاتِ الٰہی ہے۔

تا عصائے لا الہ داری بدست
ہر طلسم خوف راخواہی شکست
ہر کہ در اقلیم لا آباد شد

فارغ از بندِزن واولادشد 26

اس لیے نفس پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ خود کو آئین الٰہی کا پابند بنایا جائے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اسلام کے ارکان (کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ) وہ مضبوط ڈھالیں ہیں جن سے نفس کے ہر وار کو روکا جا سکتا ہے۔ نماز وہ خنجر ہے جس سے خواہش و منکرات کی سرکوبی کی جاتی ہے۔ روزہ سے انسان اپنی بھوک پیاس اور خواہشات نفسانی پر قابو پاتا ہے جس سے اس میں ایسی خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے کہ وہ خیبر شکن بن جاتا ہے۔ حج سے انسانی فطرت کو جلا حاصل ہوتی ہے جس سے راہ خدا اپنی پسندیدہ متاع قربان کر دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح حج مسلمانوں میں وطنیت پرستی کے بجائے انسانی وحدت واخوت کا جذبہ ابھارتی ہے۔ زکوۃ اسلامی شریعت کا وہ رکن اساسی ہے جس سے دولت کی محبت ماند پڑ جاتی ہے اور سرمایہ کے گردش میں آنے سے دولت بڑھ جاتی ہے۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے بجائے اس میں مساوات پیدا ہوتی ہے اور جب یہ نکتہ سمجھ آجاتا ہے کہ نیکی کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اپنے عزیز ترین مال و متاع کو محبوب ازلی کے نام پر قربان نہ کر دیا جائے تو پھر انسان اپنی ذات پر قابو پالیتا ہے اور خواہشات کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: نیابت الٰہی

جب خودی عشق و محبت سے مستحکم ہو کر اطاعت اور ضبط نفس کے مراحل طے کر لیتی ہے تو وہ اس مقام پر فائز ہو جاتی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی شرف نہیں ہو سکتا اور وہ ہے نیابت الٰہی۔ اس مرحلہ پر خودی اس قدر مضبوط و توانا ہو جاتی ہے کہ آدمی میں خدائی صفات جلوہ گر ہونے لگ جاتی ہیں۔ زمین و آسمان پر اس کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے۔ وہ علّم الاسماء کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس کے پرواز کی حدود عرش و فرش سے بھی ماوراء ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سبحان الذی اسریٰ کا سّرِ مکنون بن جاتا ہے۔ اس کی ذات سے کائنات میں استحکام اور مخلوق خدا کو ظلم و بربریت سے نجات ملتی ہے۔ یہی اقبال کا مردِ مومن یا مردِ کامل ہے جو اللہ کا نائب ہے جس کی ذات اسم اعظم کا مظہر ہے۔

نائب حق ہمچو جانِ عالم است
ہستیِ او ظلِ اسمِ اعظم است 27

خودی سے بے خودی کے مراحل:

خودی کی تکمیل اور ترتیب کے مدراج طے کرنے کے بعد انسان مرد کامل بن جاتا ہے جو نیابت الٰہی کا اہل بن جاتا ہے۔ اس مرحلے پر وہ اپنی شخصی وانفرادی تکمیل کے بعد حیات اجتماعی میں قدم رکھتا ہے تاکہ اس کے کمال سے ملت کو بھی سربلندی حاصل ہو سکے۔ یہی وہ مقام ہے جب فرد خودی سے بے خودی کی طرف پیش قدمی کرتا ہے تو وہ شخصی جذبہ سے ملی جذبہ کی طرف سفر کرتا ہے۔ اس طرح وہ خودی جو فرد میں موجزن ہوتی ہے، اب بے خودی کی منزل میں ملت میں پروان چڑھتی ہے۔

درجماعت خود شکن گردد خودی
تا زگلبر گے چمن گردد خودی 28

ملت افراد سے تشکیل پاتی ہے اور پیام نبوت سے اس کی تربیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ پیام ملت کی شیرازہ بندی کر کے اس کی زندگی کا نصب العین متعین کرتا ہے اور اس کو غلامی کے بندھن سے آزاد کر کے آئین خداوندی کا پابند بناتا ہے۔29

خودی اور ملت اسلامیہ کے اساسی ارکان

قوموں کی حیات ان کے اساسی اصولوں پر ہوتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں ملت اسلامیہ کی بنیاد دو اصولوں پر ہے: توحید اور رسالت۔ جس طرح فرد کی تکمیل اور خودی کی تربیت کے لیے یہ دو بنیادی عناصر ہیں۔ اسی طرح جماعت کی بھی تعمیر و تشکیل ان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اقبال نے ملت کی تعمیر کے لئے توحید و رسالت کو فکری اور عقلی دلائل کے ساتھ بڑے دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ کے حضور سر بسجود ہونے سے انسان کو اپنی ذات کا عرفان حاصل ہوتا ہے اور وہ در در کی سجدہ ریزیوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اللہ پر ایمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندہ اپنے اندر اس کی صفات اجاگر کر کے اس کے رنگ میں خود کو رنگ لے۔ بھلا اس کے رنگ سے اچھا کون سا رنگ ہے؟ جب خدا ایک ہے۔ تو نام و نسب کی نمود کیوں؟ اقوام و ملل کی تفریق کیسی؟ آقا و بندہ کا امتیاز کیسا؟ عربی و عجمی کا سوال کیا؟ سب کو ایک ہونا چاہیے اور جب اللہ ہر جگہ موجود ہے تو پھر انسان کو بھی اپنے عمل سے ہر غائب کو حاضر و مشہود کرنا چاہیے۔ جب اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے تو بندے کو بھی اس کی دی ہوئی طاقت سے کائنات کو مسخر کرنا چاہیے۔ جب مولا کا یہ مقام ہے کہ وہ ہر روز ایک نئی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے تو بندہ کیوں جامد و ساکت ہے۔ جب مولا بے نیاز ہے تو بندہ کو بھی سلسلۂ اسباب پر تکیہ کرنا زیب نہیں دیتا۔ جب مولا زمان و مکان سے ماورا ہے تو پھر بندہ کیوں روز و شب کے طلسم میں اسیر ہے۔ جب مولا حسب و نسب سے بلند تر ہے تو بندہ حسب و نسب پر کیوں ناز کرے۔ جب مولا کا کوئی ہمسر نہیں تو پھر مومن جو اس دھرتی پر اس کا نائب و خلیفہ ہے، اس کا ہم پلہ کون ہو سکتا ہے۔

گر بہ اللہ الصمد دِل بستۂ
از حد اسباب بیروں جستۂ
از پیامِ مصطفیٰؐ آگاہ شو
فارغ از اربابِ دون اللہ شو 30

اقبال خوف و حزن اور نا امیدی کو سب برائیوں کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ یہ زندگی کے لیے زہر ہلاہل ہیں اور ان کا علاج صرف اور صرف توحید پر محکم ایمان سے ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہر کہ رمزِ مصطفیٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است 31

ہر وہ شخص جو پیامِ مصطفیؐ سمجھتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ خوف در حقیقت شرک میں مبتلا ہونے کے مترادف ہے جبکہ توحید کو اپنانے سے انسان کو جرات، قوتِ عمل، یقین و ایقان کی دولت میسر آتی ہے۔

۲۔ رسالت

ملت کی تعمیر و تشکیل کی دوسری اساس عقیدۂ رسالت ہے۔ اقبال کہتے ہیں نبی رحمت ﷺ سے در حقیقت ہمارا وجود، آئین اور نظام حیات ہے۔ زندگی کی تاریک راہوں میں وہ شمعِ ہدایت ہیں۔ ملت اسلامیہ میں قوت و شوکت انھیں کے دم سے ہے اور انھیں کے نام پاک سے مسلمانوں میں وحدت اور شیرازہ بندی ہے۔

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید
وز رسالت در تنِ ما جاں دمید
از رسالت در جہاں تکوینِ ما
از رسالت دینِ ما آئینِ ما
قوم را سرمایۂ قوت ازو
حفظ سرِّ وحدتِ ملت ازو 32

اقبال کہتے ہیں نبی رحمت ﷺ کی بعثت کا مقصد آزادی، مساوات اور اخوت کی تشکیل کرنا ہے۔ آپ ﷺ سے قبل خطہ عرب ہی نہیں بلکہ پوری دینا ایک بدترین جسمانی و فکری غلامی میں مبتلا تھی۔ فکری غلامی کا یہ عالم تھا کہ کہیں پتھروں سے بنی مورتیوں کی اور کہیں مظاہر فطرت کی پوجا ہو رہی تھی۔ مخلوقِ خدا صدیوں سے قیصر و کسریٰ کی صید زبوں تھی۔ یہ آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی تھی کہ غلاموں کو غلامی کی تاریکیوں سے نکالا اور حریت و آزادی سے سر فراز کیا اور سیاسی و مذہبی پیشوائیت کے ہر بند پر ضرب کاری لگائی اور یہ آوازِ حق بلند کیا کہ زمین پر اگر کسی کی حکمرانی ہے تو وہ صرف پروردگارِ عالم کی ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پاد شاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین 33

رنگ و نسل اور ذات پات کے امتیازات کو ختم کر کے اولاد آدم علیہ السلام کو اخوت اور برادری کے رشتے میں پرو دیا۔ حسب و نسب اور جاہ و مرتبہ نہیں بلکہ نیکی و تقویٰ کو معیار عظمت بنایا اور بلا تفریقِ رنگ و نسل سب کو مساوات اور عدل کی تعلیم دی۔ اقبال کہتے ہیں حریت کا وہ پیام جو نبی رحمت ﷺ نے نوعِ انسانی کو دیا، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی عملی تعبیر بیان کر دی۔ آپ نے بر ملا کہا کہ میرا سر جھکے گا تو اللہ کے آئین کے سامنے اور میں کبھی مسلمانوں کی آزادانہ رائے اور حق انتخاب کو پامال کر کے محض نام و نسب اور جاہ و حشمت کی بنا پر قائم ہونے والی استبدادی حکومت کی پیروی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ روح قرآن اور نبی ﷺ کے پیام حریت کے خلاف ہے۔ میں اس کے خلاف ہوں، خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

آموختیم رمز قرآن از حسینؓ
ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم 34

خودی اور نظریہ وطنیت

وہ قوم جس کی بنیاد توحید و رسالت کے زریں اصول پر ہے، اس کی خودی زمان و مکان کی وسعتوں کی پابند نہیں اور یہ کائنات اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اسکی ملکیت ہے۔

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے عالمِ عربی 35

اسکی پہچان کسی حسب و نسب اور رنگ و وطن سے وابستہ نہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے حسب و نسب پر قائم قومیت کا خاتمہ کر دیا اور کلمہ لا الہ پر ایک ملت کی تعمیر فرمائی۔

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود
از وطن آقائے ما ہجرت نمود 36

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملت کی بنیاد اسلام پر رکھی اور قوم پرستی اور وطن پرستی کے تمام نظریات کو باطل قرار دے دیا کیونکہ رنگ و نسل اور وطنیت کی بنیاد پر قوموں کی تقسیم، اخوت اور وحدتِ انسانی کی قبا کو تار تار کرنے کے مترادف ہے۔ اور نوع انسانی کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے ان کو قبیلوں میں بانٹا ہے۔

آں چناں قطعِ اخوت کردہ اند
بر وطن تعمیر ملت کردہ اند
تا وطن را شمع محفل ساختند
نوع انساں را قبائل ساختند 37

اس ملت کا وجود نہ کسی خطہ ارضی پر منحصر ہے اور نہ کسی زمانہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ اس کی بنیاد نظریہ توحید و رسالت پر ہے۔ اقبال کہتے ہیں جب خدا کی خدائی لامحدود اور غیر فانی ہے اور رسالت محمدیہ قیامت تک قائم و دائم ہے تو پھر وہ امت کیسے مٹ سکتی ہے جس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے۔ اقبال نے وطنیت پرستی کے نظریے پر بڑی سخت تنقید کی۔ انھیں عرب اور ترک مسلمانوں کی وطن پرستی اور نسلی قومیت کے افکار پر بڑا افسوس تھا۔ اسی طرح جب ہندوستان میں بعض علماء نے کہا کہ ملت کی بنیاد وطن پر ہے تو آپ نے اپنا نقطہ نظر واضح انداز میں پیش کیا۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے 38

ملت اسلامیہ کا آئین حیات

ملت اسلامیہ کی اساس توحید و رسالت پر ہونے کی وجہ سے وہ باقی تمام اقوام عالم سے ممتاز ہے۔ ہر قوم یا ملت کو اپنی بقا کے لیے اپنے مخصوص آئین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں ملت اسلامیہ کا دستور العمل قرآن حکیم ہے جس سے ہی ملت میں ربط و نظام ہے۔ قرآن کتابِ زندہ ہے یہ مخلوقِ خدا کے لیے آئینِ الٰہی ہے جس سے کردار میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور اس میں نکھار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنانے سے آتا ہے۔

در جہاں روشن تراز خورشید شو
صاحب تا بانی جاوید شو 39

اقبال نے جاوید نامہ میں جمال الدین افغانی سے مکالمہ کیا جس میں وہ خلافتِ آدم، حکومتِ الٰہی، الارض للہ اور حکمت کی وضاحت کرتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ ان امور سے ملت اسلامیہ کی تشکیل ہوتی ہے جس کی عملی صورت زمانہ خلافت راشدہ میں نظر آتی ہے۔ اقبال ان سے پوچھتے ہیں یہ جو محکماتِ کتاب آپ نے بیان کیے ہیں آخر ان سے مسلمان کیوں غافل ہو گئے؟ تو وہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انھوں نے قرآن سے تعلق کمزور کر لیا ہے۔ سعید حلیم پاشا جو وہاں موجود ہوتے ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

دین حق از کافری رسوا تر است
زانکہ ملا مومن کافر گر است
مکتب و ملا و اسرارِ کتاب
کور مادر زاد و نورِ آفتاب 40

قرآن سے غفلت ہی ہمارے زوال کا سبب ہے۔ اس زوال سے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ حکمتِ قرآن کو سمجھا جائے۔ یہ کتاب زندہ ہے۔ اس لیے بدلتے ہوئے حالات میں عصر حاضر کی تحدیات کا اس سے حل تلاش کرنا چاہیے۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں کہتے ہیں۔ ”ہم مسلمانوں کو ایک بہت بڑا کام در پیش ہے۔ ہمارا فرض ہے ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظام فکر از سر نو غور کریں۔ یہ غالباً ولی اللہ دہلویؒ تھے جنھوں نے سب سے پہلے ایک نئی روح کی بیداری محسوس کی، لیکن اس عظیم الشان فریضے کی حقیقی اہمیت اور وسعت کا پورا پورا اندازہ تھا تو سید جمال الدین افغانیؒ کو جو اسلام کی حیات ملی اور حیات ذہنی کی تاریخ میں بڑی گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے انسانوں اور ان کی عادات و خصائل کا خوب خوب تجربہ رکھتے تھے۔۔۔ اب ہمارے سامنے کوئی راستہ ہے تو یہ کہ علم حاضر کے احترام اور قدر و منزلت کے باوجود ہم اپنی آزادیِ رائے برقرار رکھتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلامی تعلیمات کی تعبیر اب علم حاضر کے پیش نظر کس رنگ میں کرنی چاہیے، خواہ ایسا کرنے میں اپنے اسلاف سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔“ 41

اسلامی قانون پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ جامد نہیں بلکہ وقت کے ساتھ اس میں بھی نمو اور ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔ اقبال تشکیل جدید میں لکھتے ہیں: ”مجھے اس امر کا بھی یقین ہے کہ جونہی فقہ اسلام کا مطالعہ غائر نگاہوں سے کیا گیا اس کے موجودہ ناقدین کی یہ رائے بدل جائے گی کہ اسلامی قانون جامد یا مزید نشو نما کے ناقابل ہے۔ بدقسمتی سے اس ملک کے قدامت پسند مسلم عوام کو ابھی یہ گوارا نہیں کہ فقہ اسلامی کی بحث میں کوئی تنقیدی نقطہ نظر اختیار کیا جائے۔ وہ بات بات پر خفا ہو جاتے اور ذرا سی تحریک پر بھی فرقہ وارانہ نزاعات کا دروازہ کھول دیتے ہیں“ 42

اقبال اجتہاد کے پرزور حامی ہیں۔ انھوں نے ”الاجتہاد فی الاسلام“ کے موضوع پر ایک طویل مقالہ بھی لکھا جس سے ان کے نقطہ نظر کی ترجمانی ہوتی ہے۔ اس مقالہ میں ایک مقام پر کہتے ہیں۔ ’یہ کہنا کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے محض ایک افسانہ ہے جس کا خیال کچھ تو اس لیے پیدا ہوا کہ اسلامی افکارِ فقہ ایک معین صورت اختیار کرتے چلے گئے اور کچھ اس ذہنی تساہل کے باعث کہ روحانی زوال کی حالت میں لوگ اپنے اکابر مفکرین کو بتوں کی طرح پوجنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا اگر فقہائے متاخرین میں سے بھی بعض نے اس افسانے کی حمایت کی ہے تو کیا

مضائقہ ہے۔ عہد حاضر کے مسلمان کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ اپنی آزادیِ ذہن کو خود اپنے ہاتھوں قربان کر دیں۔ چنانچہ دسویں صدی ہجری میں سرخسیؒ نے اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے نہایت ٹھیک لکھا ہے کہ اس افسانے کے حامی اگر یہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کو اس امر میں زیادہ آسانیاں حاصل تھیں، برعکس اس کے متاخرین کا راستہ مشکلات سے پر ہے تو یہ بڑی ہی غیر معقول بات ہو گی۔ یہ اس لیے کہ فقہائے متاخرین کو اجتہاد کے لیے زیادہ آسانیاں حاصل ہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں تفاسیر و شروح کا ذخیرہ اس حد تک وسیع ہو چکا ہے کہ آج کے مجتهدین کے پاس بہ نسبت سابق تعبیر و ترجمانی کا کہیں زیادہ سامان موجود ہے۔"43

اقبال اجتہاد کی ضرورت اہمیت کے قائل تھے لیکن وہ اس بات پر بھی شدت سے زور دیتے ہیں کہ قوموں کے دور زوال میں ان کو اپنی مخصوص روایات پر سختی سے کاربند رہنا چاہیے تا کہ انکا شیرازہ بکھر نہ جائے اور زمانہ انحطاط میں تقلید، اجتہاد سے بہتر ہے۔ وہ اجتہاد جس سے ملت کی جمعیت پارہ پارہ ہو اس سے تقلید درجہا بہتر ہے۔

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط
قوم رابر ہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ بے نظر
اقتدا بر رفتگان محفوظ تر 44

تاہم اقبال دیکھ رہے تھے کہ حالات بدل رہے ہیں اور مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور یہ زیادہ دیر تک مغرب کے پنجہ غلامی میں نہیں رہیں گے لیکن مدتوں غلامی میں رہنے کی وجہ سے اسلامی اصول حیات سے غافل ہو چکے ہیں۔ اقبال کو خدشہ تھا کہ آزادی کے بعد بھی یہ اسی سامراجی نظام کے تحت ہی اپنی زندگی گزارتے رہیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر آزادی صرف نام کی آزادی رہے گی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو قرآن بطور آئینِ حیات بنانے کی ہدایت کرتے ہیں۔

حیات ملی کے لیے کسی نہ کسی مرکز محسوس کا ہونا ضروری ہے اقبال کہتے ہیں "مرکز ملت اسلامیہ بیت الحرام است" کعبہ کو ملت کی جمعیت اور وحدت کا مظہر قرار دیتے ہیں جس کی طرف منہ کر کے مسلمان بلا تفریق رنگ و نسل اللہ کے حضور جبین نیاز جھکاتے ہیں اور پھر سال میں ایک بار عملاً وہاں جا کر اپنے اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

در جہاں جانِ امم جمعیت است
در نگر سرِّ حرم جمعیت است 45

بیت اللہ پوری نوع انسانی کو اتحاد کا سبق دیتا ہے۔ وہ اولاد آدم کی وحدت و مساوات کا نقیب ہے۔ ضرب کلیم میں "مکہ اور جینوا" کے عنوان سے اقبال لکھتے ہیں:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
تفریق ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم

مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام

جمعیتِ آدم کہ جمعیت اقوام ؟ 46

خانہ کعبہ کی وجہ سے ملت میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقی جمعیت اور اس کی وحدت کے لیے اپنے نصیب العین پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے اور امت مسلمہ کا نصب العین عقیدہ توحید کی نشرواشاعت ہے۔ یہ نظریہ اندرونی طور پر قوم کو متحد رکھتا ہے اور خارجی طور پر دیگر اقوام سے مقابلہ کرنے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ توحید کی اشاعت کے لیے کئی مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ مخالف سے سیف و قلم ہر دو طریقے سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ حق و باطل کی اس معرکہ آرائی کی وجہ سے بھی اہل حق میں جمعیت اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔

خودی اور حیات ملی کے محکمات

نظریہ توحید کی نشرواشاعت کے ساتھ اقبال حیات ملی کی توسیع کے لیے تسخیر کائنات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ قوموں کی زندگی کا انحصار اسی نقطہ پر ہے اور مسلمان جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں وہ اس اہم ترین ذمہ داری سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں۔ کائنات میں غور و فکر اور تدبر کا حکم قرآن پاک میں بار ہا آیا ہے کیونکہ انفس و آفاق میں اللہ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ وہ قوم جو اس اہم ذمہ داری سے غافل ہوئی اس کے اقبال کا سورج بہت جلد غروب ہو گیا۔

اقبال کہتے ہیں کہ حیات ملی میں کمال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب پوری قوم میں ایک فرد کی طرح خودی بیدار ہو جائے اور اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے۔ جب خودی، بے خودی میں ڈھلتی ہے۔ اس شعور کی بیداری کے لیے اقبال آغوشِ مادر کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔ خودی کا احساس فرد میں پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ معاشرے میں پھیل جاتا ہے لیکن فرد واحد کی میں خودی کی بیداری اور اس کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تربیت جن ہاتھوں میں ہو وہ اعلیٰ روایات کے امین ہوں۔ اس لحاظ سے اقبال عورت کی عظمت کے بہت قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں انسانیت کی بقا احترامِ امومت سے ہے کیونکہ اسی کی تربیت کی وجہ سے قوم میں خوددار افراد پیدا ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

حافظ رمزِ اخوت مادراں قوتِ قرآن و ملت مادراں 47

اقبال مسلم خواتین کو حضرت فاطمہؓ کے اسوہ پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ ان کی سیرت اپنانے سے ان کی آغوش میں بھی حضرت امام حسینؓ جیسے مرد حر پیدا ہو سکیں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول

مادراں را اسوۂ کامل بتول

فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند

چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند 48

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اقبال کے پیام کا لب لباب ان کے فلسفہ خودی میں ہے جو خودشناسی اور ملت شناسی سے خداشناسی کے مراحل پر مبنی ہے۔ اقبال غلامی اور فکری پس ماندگی کو خودی کے لیے زہر قاتل سمجھتے ہیں کیونکہ یہ حزن و ملال، ناامیدی، جمود و تقلید اور بے راہروی ایسی صفات پیدا کرتیں ہیں جبکہ خودی سے حریت فکر، تحرک اور ایمان و یقین دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ فرد اور معاشرے میں خودی اور خودداری

کے جذبے کے فروغ کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔ تمام جہاں مومن کی میراث قرار دیتے ہیں اور اسکی تسخیر کے لیے اس کو ابھارتے ہیں لیکن تسخیر ذات اور تسخیر کائنات کا یہ جذبہ اس وقت تک عملی شکل اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ ملت میں مجموعی طور پر اس کی آرزو پیدا نہیں ہوتی اور یہی وہ مرحلہ ہے جہاں خودی سے بے خودی کی طرف سفر شروع ہوتا ہے یعنی فرد سے معاشرہ کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] محمد اقبال، اسرار ورموز، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۶۹ء)، ص۔ ۱۴

[2] محمد اقبال، بال جبریل مشمولہ کلیات اقبال اردو، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۸۹ء)، ص۔ ۱۰۹/۴۰۱

[3] محمد اقبال، بال جبریل، ص ۵۳/ ۳۴۵

[4] محمد اقبال، بال جبریل، ص۔ ۴۷/ ۳۳۹

[5] فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مطبوعہ زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۸۷ء)، ج۔ ۲، ص۔ ۵۲

[6] خلیفہ عبد الحکیم، غلام رسول مہر، "اقبال" در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ، ۱۹۹۳ء) ج۔ ۳، ص۔ ۷-۱۶، بر ص۔ ۱۰

[7] فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مطبوعہ زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۸۷ء)، ج۔ ۲، ص۔ ۱۶۲۔

[8] محمد اقبال: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، (لاہور: مطبع: اظہر سنز پرنٹرز، ناشر: بزم اقبال، ۱۹۹۴ء)، ۱۴۲-۱۴۳

[9] محمد اقبال، بال جبریل، ص ۴۶/ ۳۳۸

[10] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۱۶

[11] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۱۸

[12] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۲۴

[13] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۲۶

[14] محمد اقبال، بال جبریل، ص۔ ۹۷/ ۳۸۹

[15] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۲۸

[16] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۳۳

[17] محمد اقبال، ضرب کلیم مشمولہ کلیات اقبال اردو، ص۔ ۱۴۰-۱۴۱/ ۶۰۲-۶۰۳

[18] محمد اقبال، ضرب کلیم، ص۔ ۱۴۳/ ۶۰۵

[19] محمد اقبال، بال جبریل، ص۔ ۵۴/ ۳۴۶

[20] محمد اقبال، تشکیل جدید، ص۔ ۳۱۸

[21] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۳۴-۳۵

[22] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۳۵۔۳۶

[23] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۴۵۔۴۶

[24] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۴۶-۴۸

[25] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۴۷

[26] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۴۷

[27] محمد اقبال، اسرار ورموز، ص۔ ۴۹

[28] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۰۰
[29] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۵۵
[30] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۸۳، ۱۸۸
[31] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۱۱
[32] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۱۶-۱۱۸
[33] محمد اقبال، ارمغان حجاز مشمولہ کلیات اقبال اردو، ص۔ ۱۳ / ۶۵۵
[34] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۲۸
[35] محمد اقبال، ضرب کلیم، ص۔ ۶۴ / ۵۲۶
[36] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۳۱
[37] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۳۳
[38] محمد اقبال، بانگ درا، ص۔ ۱۶۱ / ۱۶۱
[39] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۵۴
[40] محمد اقبال، جاوید نامہ مشمولہ کلیات اقبال فارسی، (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۴ء)، ص، ۷۷ / ۵۴۹
[41] محمد اقبال، تشکیل جدید، ص۔ ۱۴۵-۱۴۶
[42] محمد اقبال، تشکیل جدید، ص۔ ۲۵۴
[43] محمد اقبال، تشکیل جدید، ص۔ ۲۷۴-۲۷۵
[44] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۴۴
[45] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۵۷
[46] محمد اقبال، ضرب کلیم، ص۔ ۵۶-۵۷ / ۵۱۹-۵۲۰
[47] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۷۶
[48] محمد اقبال، اسرار و رموز، ص۔ ۱۷۸، ۱۸۰

ماخذات:

عبد الحکیم، خلیفہ، غلام رسول مہر، "اقبال" اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۹۳ء

محمد اقبال: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، لاہور: مطبع: اظہر سنز پرنٹرز، ناشر: بزم اقبال، ۱۹۹۴ء

محمد اقبال، اسرار و رموز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۶۹ء

محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۸۹ء

محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی، لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۴ء

وحید الدین، فقیر سید، روزگار فقیر، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، مطبوعہ زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۸۷ء

Refrences:

1.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, Publishers, 1969), p. 14

2.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, Comprehensive Collection of Iqbal Urdu, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, Publishers, 1989), p. 109/401

3.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, p. 53/345
4.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, p. 47/339
5.Faqir Syed Wahiduddin, Rozgar-e-Faqir, (Lahore: Maktaba Tameer e Insaniayat, Zahid Bashir Printers, 1987), vol. 2, p. 52
6.Khalifa Abdul Hakim, Ghulam Rasool Mehr, "Iqbal" in Urdu Da'ira Ma'arif al-Islamiyya, (Lahore: Danesh Gah, 1993) vol. 3, pp. 7-16, at p. 10
7.Faqir Syed Wahiduddin, Rozgar-e-Faqir, (Lahore: Maktaba Tameer e Insaniayat, Zahid Bashir Printers, 1987), vol. 2, p. 162.
8.Muhammad Iqbal: The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Translated by Syed Nazir Niazi, (Lahore: Azharsons Printers, Publisher: Bazm Iqbal, 1994), 142-143
9.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, pp. 46/338
10.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 16
11.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 18
12.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 24
13.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 26
14.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, p. 97/389
15.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 28
16.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 33
17.Muhammad Iqbal, Zarb-e-Kaleem, including the complete collection of Iqbal Urdu, pp. 140-141/602-603
18.Muhammad Iqbal, Zarb-e-Kaleem, p. 143/605
19.Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibril, p. 54/346
20.Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p. 318
21.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 34-35
22.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 35.36
23.Muhammad Iqbal, Israr o Rumuz, p. 45.46
24.Muhammad Iqbal, Israr o Rumuz, p. 46-48
25.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 47
26.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 47
27.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 49
28.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 100
29.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 155
30.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 183, 188

31.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 111

32.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 116-118

33.Muhammad Iqbal, Armughan e Hijaz, including Kulliyat Iqbal Urdu, p. 13/655

34.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 128

35.Muhammad Iqbal, Zarb Kaleem, p. 64/526

36.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 131

37.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 133

38.Mohammad Iqbal, Bang Dara, p. 161/161

39.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 154

40.Muhammad Iqbal, Javed Nama in Kulliyat Iqbal Persian, (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1994), p. 77/549

41.Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought, p. 145-146

42.Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought, p. 254

43.Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought, p. 274-275

44.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 144

45.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 157

46.Muhammad Iqbal, Zarb Kaleem, p. 56-57/ 519-520

47.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 176

48.Muhammad Iqbal, Asrar o Ramooz, p. 178, 180